© rasailojaraid.com

حقوق الزوجین

(۲)

اصول قانون قانون کے مقاصد سمجھ لینے کے بعد ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلامی قانون ازدواج کی تدوین کن اصول پر کی گئی ہے، اس لیے کہ جب تک اصول ٹھیک ٹھیک نہ معلوم ہوں، جزئی مسائل میں قانون کے احکام کو صحیح طریقہ سے نافذ کرنا مشکل ہے۔

اصل اول اصول قانون میں پہلی اصل جس پر بہت سے احکام متفرع ہوتے ہیں، یہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں مرد کو عورت سے ایک درجہ زائد دیا گیا ہے۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ اس درجہ کی تشریح ہم کو اس آیت میں ملتی ہے:۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (۴: ۳۴)

مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور اس بنا پر کہ وہ اپنے اموال خرچ کرتے ہیں پس جو نیک عورتیں ہیں وہ شوہروں کی اطاعت کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں توفیق الٰہی ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہیں۔

یہاں اس بحث کا موقع نہیں کہ مرد کو عورت پر فضیلت کس بنا پر ہے اور اس کو قوام کیوں بنایا گیا ہے؟ یہ قانون کی نہیں کلام کی بحث ہے، اپنے موضوع کے دائرے میں رہ کر ہم یہاں صرف اس امر کی صراحت کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ خانگی زندگی کے نظم کو برقرار رکھنے کے لیے بہرحال زوجین میں سے ایک کا قوام اور صاحب امر ہونا ضروری ہے۔ اگر دونوں بالکل مساوی درجہ اور مساوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیارات رکھنے والے ہوں تو بدنظمی کا پیدا ہونا یقینی ہے، جیسی کہ فی الواقع ان قوموں میں رونما ہو رہی ہے جنہوں نے عملاً زوجین کے درمیان مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام چونکہ ایک فطری مذہب ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کا لحاظ کر کے زوجین میں سے ایک کو قوام اور صاحب امر اور دوسرے کو مطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا، اور قوامیت کے لیے اس فریق کا انتخاب کیا جو فطرۃً یہی درجہ لے کر پیدا ہوا ہے۔

مرد کے فرائض | پس اسلامی قانون کے ماتحت ازدواجی زندگی کا جو ضابطہ مقرر کیا گیا ہے، اس میں مرد کی حیثیت قوّام کی ہے، اور اس حیثیت میں اس پر حسب ذیل فرائض عائد ہوتے ہیں۔

۱۔ مہر | وہ عورت کا مہر ادا کرے، کیونکہ اس کو عورت پر جو حقوق زوجیت حاصل ہوتے ہیں وہ اسی مہر کا معاوضہ ہیں۔ اوپر جو آیت نقل کی گئی ہے اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگرچہ اصل فطرت کے لحاظ سے مرد ہی قوامیت کا مستحق ہے، مگر بالفعل یہ مرتبہ اس کو اُس مال کے معاوضہ میں ملتا ہے جو وہ مہر کی صورت میں خرچ کرتا ہے۔ اس کی تشریح دوسری آیات میں بھی کی گئی ہے، مثلاً۔

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (۴:۱)	اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ ادا کرو۔
وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم ..... فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (۴:۴)۔	محرمات کے سوا باقی سب عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں کہ اپنے اموال کے بدلے تم ان کو نکاح میں لاؤ ..... پس ان سے تم نے جو تمتع کیا ہے اس کے بدلے میں قرارداد کے مطابق تم ان کے مہر ادا کرو۔
فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (۴:۴)۔	پس لونڈیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت پر نکاح کرو اور اقتصاد و احسان کے ساتھ ان کے مہر ادا کرو۔
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ	اور حلال کی گئیں تمہارے لیے عزت دار عورتیں مومنوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (۵ : ۱) ۔ میں سے اور عزت دار عورتیں ان لوگوں میں سے جن کے پاس تم سے پہلے کتاب بھیجی جا چکی ہے جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو ۔

پس نکاح کے وقت عورت اور مرد کے درمیان مہر کی جو قرارداد ہوئی ہو اس کو پورا کرنا مرد پر لازم ہے ۔ اور اگر وہ اس قرارداد کو پورا کرنے سے انکار کرے تو عورت کو حق ہے کہ اپنے نفس کو اس سے روک لے ۔ یہ ایسی ذمہ داری ہے جس سے سبکدوش ہونے کی کوئی صورت مرد کے لیے بجز اس کے نہیں ہے کہ عورت یا تو اس کو مہلت دے یا اس کی ناداری کا لحاظ کر کے بخوشی معاف کر دے، یا اس پر احسان کر کے برضا و رغبت اپنے حق سے دست بردار ہو جائے ۔

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا ۔ (۴ : ۱) پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ مہر میں سے کچھ معاف کر دیں تو اس کو مزے سے کھاؤ پیو ۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (۴ : ۴) ۔ اور اگر تم قرارداد کے بعد اس میں کمی زیادتی باہمی رضامندی سے کوئی تصفیہ کر لو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ۔

۲ ۔ نفقہ | شوہر کا دوسرا فرض نفقہ ہے ۔ قانون اسلام نے زوجین کے حدود عمل کی واضح طور پر تقسیم کر دی ہے ۔ عورت کا کام گھر میں بیٹھنا اور خانگی زندگی کے فرائض انجام دینا ہے ۔ (وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ) ۔ اور مرد کا کام کمانا اور اپنے اہل کے لیے ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے ۔ یہ دوسری چیز ہے جس کی بنا پر شوہر کو اپنی بیوی پر فضیلت کا ایک درجہ دیا گیا ہے ۔ اور یہ چیز قوامیت کے عین مفہوم میں داخل ہے ۔ قوام کہتے ہی اس شخص کو ہیں جو کسی شے کی نگہبانی اور خبر گیری کرنے والا ہو اور اسی حیثیت سے اس شے پر قائم ہو ۔

لہ ابھی کو مہر موجل کہتے ہیں مگر آج کل مہر موجل کا مفہوم یہ ہو گیا ہے کہ وقت پر ہزاروں لاکھوں کی دستاویز یہ سمجھ کر لکھ دی جاتی ہے کہ کون لیتا ہے کون دیتا ہے " گویا ابتدا ہی سے ادا کرنے کی نیت نہیں ہوتی حالانکہ اس نیت کے ساتھ جو نکاح کیا جائے وہ فی الذاتہٖ فاسد ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتا ہو۔ قرآن مجید کی آیت اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ الخ میں وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ سے جس طرح مہر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح نفقہ کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔ اگر شوہر اس ذمہ داری کو ادا نہ کرے تو قانون اس کو ادا کرنے پر مجبور کرے گا۔ اور بصورت انکار یا بصورت عدم استطاعت اس کا نکاح فسخ کر دے گا۔ لیکن نفقہ کی مقدار کا تعین عورت کی خواہشات پر مبنی نہیں ہے، بلکہ مرد کی استطاعت پر ہے۔ قرآن مجید نے اس بارے میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کر دیا ہے کہ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ۔ مالدار پر اس کی استطاعت کے مطابق نفقہ ہے اور مفلس پر اس کی استطاعت کے مطابق۔ یہ نہیں کہ غریب آدمی سے وہ نفقہ وصول کیا جائے جو اس کی حیثیت سے زیادہ ہو یا مالدار آدمی وہ نفقہ دے جو اس کی حیثیت سے کم ہو۔

۳۔ ظلم سے اجتناب | مرد کا تیسرا فرض یہ ہے کہ اس کو عورت پر جو ترجیحی حقوق اور اختیارات دیے گئے ہیں ان کو ظالمانہ طریقہ سے استعمال نہ کرے۔ ظلم کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً:۔

ایلاء | عورت کے واجبات نفس کو پورا کرنے سے کسی عذر جائز[1] کے بغیر اعراض کرنا، جس کا مقصد محض اس کو سزا دینا اور تکلیف پہنچانا ہو۔ اس کے لیے قانون اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار مہینے کی مدت رکھی ہے۔ اس مدت کے اندر مرد پر لازم ہے کہ اپنی بیوی سے تعلق زن و شو قائم کر لے۔ ورنہ انقضائے مدت کے بعد اس کو مجبور کیا جائے گا کہ عورت کو چھوڑ دے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ اپنی عورتوں سے ایلاء کرتے ہیں۔ ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے

[1] عذر جائز سے مراد مرد یا عورت کی بیماری، یا مرد کا حالت سفر میں ہونا، یا کوئی اور ایسی صورت پیش آ جانا ہے، جس میں مرد اپنی بیوی کی طرف رغبت رکھتا ہو مگر اس کے پاس جانے پر قادر نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (۲۲۷:۲)۔ اور جاننے والا ہے۔

اس مسئلہ میں بعض فقہاء نے حلف کی شرط لگائی ہے یعنی اگر مرد نے اپنی عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے تب تو ایلاء ہوگا۔ اور یہ حکم جاری کیا جائے گا، لیکن اگر قسم نہیں کھائی ہے تو خواہ وہ دس برس بھی اس سے علیحدہ رہے۔ اس پر ایلاء کا اطلاق نہ ہوگا لیکن یہ بات قانون اسلامی کی اسپرٹ کے خلاف ہے۔ قانون کا اصل الاصول یہ ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کسی شخص کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ اس قاعدہ کلیہ کے ماتحت قرآن مجید میں عورت کی فطری قوت برداشت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر سزا کے طور پر عورت کو صحبت سے محروم کیا جائے تو یہ سزا صرف اتنی مدت کے لیے ہونی چاہیے جس کو وہ برداشت کر سکتی ہے۔ اس مدت سے زیادہ سزا دینے میں تکلیف مالایطاق ہے، اور اس کا بھی اندیشہ ہے کہ کہیں عورت کسی اخلاقی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے جس سے مرد و عورت کو محفوظ رکھنا اسلامی قانون کا اولین مقصد ہے پس آیت مذکور الصدر کا اصل مدعا محض یہ ہے کہ عورت کو ترک مجامعت کی تکلیف چار مہینے سے زیادہ مدت کے لیے نہ دی جائے۔ رہا قسم کھانا یا نہ کھانا، تو یہ اس مسئلہ میں کوئی حقیقی اہمیت نہیں رکھتا۔ قسم نہ کھانے سے عورت کی تکلیف میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، اور قسم کھا لینے سے کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام میں سے جو لوگ تفقہ فی الدین کا شرف رکھتے تھے۔ (مثلاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر) ان کی رائے اس باب میں یہی تھی کہ ضرار کی نیت سے عورت کو چھوڑ دینا ایلاء ہے، خواہ قسم کھائی گئی ہو یا نہ کھائی گئی ہو (احکام القرآن للجصاص الحنفی ج ۱ ص ۴۲۰)

فان عزموا الطلاق کی تفسیر میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ حضرات عثمان ابن عفان، زید بن ثابت، ابن مسعود، اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی رائے یہ ہے کہ چار مہینہ کی مدت کا گذر جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر نے طلاق کا عزم کر لیا ہے، لہذا اس مدت کے ختم ہونے پر اس کو رجوع کا حق باقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں رہتا۔ حضرات علی و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی ایک قول اسی معنی میں منقول ہے مگر ایک دوسرا قول جو موخر الذکر دونوں بزرگوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہنچا ہے، یہ ہے کہ ختم مدت پر شوہر کو نوٹس دیا جائے گا کہ یا اپنی بیوی سے رجوع کر دیا اس کو طلاق دے دو۔ لیکن جب ہم آیت کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو پہلا قول ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مُولی کو بالفاظ صریح صرف چار مہینہ کی مہلت دی ہے۔ اس کو رجوع کا حق اس مہلت کے اندر ہے، اور اس کے ختم ہو جانے پر دوسری صورت بجز عزیمت طلاق کے اور کوئی نہیں ہے اب اگر کوئی شخص چار مہینے کے بعد اس کو رجوع کا حق دیتا ہے تو گویا وہ اس کی مہلت میں اضافہ کرتا ہے، جو کتاب اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے صریح تجاوز ہے۔

ضرار اور تعدی عورت سے رغبت نہ ہو، اس کو رکھنا نہ چاہے اگر محض ستانے اور زیادتی کرنے کے لیے اس کو رکھ چھوڑے بار بار طلاق دے اور دو طلاقوں کے بعد تیسرے طلاق سے پہلے رجوع کرے۔ قرآن مجید میں اس کو نہایت سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ (۲۳۱/۲)	اور ان کو ستانے اور زیادتی کرنے کے لیے نہ روک رکھو جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرے گا۔ اللہ کی آیات کو ٹھٹھا نہ بنا لو۔

ضرار اور تعدی کے الفاظ نہایت وسیع ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ستانے اور زیادتی کرنے کی نیت سے کسی عورت کو روک رکھے گا وہ ہر طرح سے اس کو آزار پہنچائے گا، روحانی اور جسمانی تکلیفیں دے گا، ادنیٰ طبقہ کا ہوگا تو مار پیٹ اور گالم گلوچ کرے گا۔ اونچے طبقے کا ہوگا تو تذلیل اور ایذا رسانی کے دوسرے طریقے اختیار کرے گا۔ ضرار اور تعدی کے الفاظ ان سب پر حاوی ہیں، اور قرآن مجید کی رو سے یہ سب افعال ممنوع ہیں۔ جو شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرتا ہے وہ اپنی جائز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حد سے تجاوز کا مرتکب ہوتا ہے اور ایسی صورت میں عورت اس کی مستحق ہے کہ قانون کی مدد لے کر اس مرد سے چھٹکارا حاصل کرے۔

ازواج میں عدل نہ کرنا متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں عدل نہ کرنا، اور کسی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری بیوی یا بیویوں کو معلق رکھ چھوڑنا۔ یہ بھی قرآن کی رو سے ممنوع ہے۔

فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ۔ (۴ : ۱۹)۔ کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ دوسری کو گویا معلق رکھ چھوڑو۔

قرآن میں تعدد ازواج کی اجازت عدل کی شرط سے مشروط ہے۔ اگر عدل نہ ہو تو اجازت آپ سے آپ منسوخ ہو جاتی ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ خود اس آیت میں جہاں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی ہے، یہ صاف حکم موجود ہے کہ اگر عدل نہ کر سکو تو ایک ہی بیوی رکھو۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا (۴ : ۱)۔ پھر اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو یا لونڈی جو تمہارے قبضہ میں ہو۔ یہ زیادہ قرین مصلحت ہے تاکہ تم حق سے متجاوز نہ ہو جاؤ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ نے اَلَّا تعولوا کے معنی یہ کیے ہیں کہ تمہارے عیال زیادہ نہ ہوں جن کی پرورش کا بار تم پر پڑ جائے لیکن یہ اصل لغت کے خلاف ہے۔ لغت میں عول کے معنی میل کے ہیں۔ ابو طالب کا شعر ہے :-

بمیزان صدق لا یخس شعیرۃ ووزان قسط وزنہ غیر عائل

یہاں عائل یعنی مائل مستعمل ہوا ہے۔ اسی اصل سے عول کو جور اور طریق عدل سے ہٹ جانے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ ابن عباس، حسن، مجاہد، شعبی عکرمہ اور قتادہ

© rasailojaraid.com

وغیرہم نے لا تعولوا کے معنی لا تمیلوا عن الحق کیے ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کی مذکورۂ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص دو یا زائد بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرتا، اور ایک کی طرف جھک کر دوسری کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ ظالم ہے، تعدد ازواج کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ قانون ایسی حالت میں اسے صرف ایک بیوی رکھنے پر مجبور کرے گا۔ اور دوسری بیوی یا بیویوں کو اس کے خلاف قانون سے دادرسی پانے کا حق ہوگا۔

عدل کے باب میں قرآن کریم نے تصریح کر دی ہے کہ دلی محبت کا جہاں تک تعلق ہے۔ اس میں مساوات برتنے پر نہ انسان قادر ہے، اور نہ اس کے لیے مکلف ہے (وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ) البتہ اس کو تکلیف جس بات کی دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نفقہ اور معاشرت اور تعلقات زن و شو میں ان کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے۔

مرد کے نشوز کی یہ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں قانون مداخلت کر سکتا ہے۔ ان کے علاوہ زوجین کے باہمی تعلقات میں بہت سے ایسے معاملات بھی پیش آ سکتے ہیں اور آتے رہتے ہیں جو مودت و رحمت کے منافی ہیں۔ مگر ان میں قانون کے لیے مداخلت کی گنجائش نہیں ہے قرآن مجید نے ایسے معاملات کے لیے شوہروں کو عام اخلاقی ہدایات دی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے ساتھ مرد کا برتاؤ فیاضانہ اور محبت آمیز ہونا چاہیے۔ رات دن کی تھکا فضیحتی کے ساتھ زندگی گذارنا حماقت ہے اگر عورت کو رکھنا ہے تو سیدھی طرح سے رکھو، نہ بنے تو سیدھی طرح رخصت کر دو۔ قرآن کی ان ہدایات کو قانون کی طاقت سے نافذ نہیں کیا جا سکتا، اور نہ یہ ممکن ہے کہ میاں بیوی کے ہر جھگڑے میں قانون مداخلت کیا کرے۔ لیکن اس سے قانون کی اسپرٹ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ عدل و انصاف اور رحمت و مودت کے برتاؤ کی ذمہ داری زیادہ تر مرد پر عائد کرتا ہے۔

مرد کے حقوق | مرد کو قوامیت کا مرتبہ جن ذمہ داریوں کے ساتھ دیا گیا ہے وہ اوپر بیان ہوئیں اب دیکھنا

© rasailojaraid.com

چاہیے کہ قوام ہونے کی حیثیت سے مرد کے حقوق کیا ہیں۔

حفظ للغیب | عورت پر مرد کا پہلا حق قرآن مجید نے ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے جن کا بدل کسی دوسری زبان میں مہیا ہی نہیں کیا جا سکتا، وہ کہتا ہے۔

فَالصّٰلِحٰتُ ...... حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ۔ (۴ : ۶)	جو نیک عورتیں ہیں وہ غیب کی حفاظت کرنے والی ہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ماتحت۔

یہاں حفظ للغیب سے مراد ہر اس چیز کی حفاظت کرنا ہے جو شوہر کی ہو اور اس کی غیر موجودگی میں بطور امانت عورت کے پاس رہے، اس میں اس کے نسب کی حفاظت اس کے نطفہ کی حفاظت اس کے مال کی حفاظت، اس کے رازوں کی حفاظت، غرض سب ہی کچھ آجاتا ہے اگر عورت ان حقوق میں سے کسی حق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے تو مرد کو وہ اختیارات استعمال کرنے کا حق ہوگا جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

شوہر کی اطاعت | مرد کا دوسرا حق یہ ہے کہ عورت اس کی اطاعت کرے۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ (۴: ۶) جو نیک عورتیں ہیں وہ شوہروں کی اطاعت کرنے والی ہیں۔ یہ ایک عام حکم ہے جس کی تشریح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد چیزیں بیان فرمائی ہیں:- مثلاً۔

ان لکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ۔	تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے ہاں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔
لاتصدق بشیء من بیتہ الا باذنہ فان فعلت کان لہ الاجر وعلیھا الوزر ولا تخرج من بیتہ الا باذنہ۔	اس کے گھر میں سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہ کر سکے اگر ایسا کرے گی تو اجر شوہر کو ملے گا اور گناہ عورت پر ہوگا نیز وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا تصوم المرأة یوما و زوجها شاهد من غیر رمضان الا باذنه۔

عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے سوا کوئی نفل روزہ اس کی اجازت کے بغیر ایک دن بھی نہ رکھے۔

خیر النساء امرأة اذا نظرت الیها سرتك واذا امرتها اطاعتك واذا غبت عنها حفظتك فی مالك ونفسها۔

بہترین عورت وہ ہے کہ جب تو اس کو دیکھے تو تیرا دل خوش ہو جائے اور جب تو اس کو کوئی حکم دے تو وہ تیری اطاعت کرے اور جب تو اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ تیرے مال اور اپنے نفس میں تیرے حق کی حفاظت کرے۔

اس عام حکمِ اطاعت میں صرف ایک استثناء ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر عورت سے اس کا شوہر اللہ کی معصیت کا مطالبہ کرے تو وہ اس حکم کو ماننے سے انکار کر سکتی ہے۔ مثلاً وہ فرض نماز اور روزے سے منع کرے، یا شراب پینے کا حکم دے، یا پردہ شرعی ترک کرائے، یا فواحش کا ارتکاب اس سے کرانا چاہے تو عورت نہ صرف اس کی مجاز ہے، بلکہ اس کا فرض ہے کہ شوہر کے ایسے حکم کو ٹھکرا دے، اس لیے کہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ اس صورت خاص کے سوا باقی تمام صورتوں میں شوہر کی اطاعت عورت کا فرض ہے۔ اگر نہ کرے تو ناشزہ ہوگی اور شوہر کو وہ اختیارات استعمال کرنے کا حق ہوگا جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔

مرد کے اختیارات قانونِ اسلام نے چونکہ مرد کو قوام بنایا ہے، اور اس پر عورت کے مہر، نفقہ، اور نگہبانی و خبر گیری کی ذمہ داری عائد کی ہے، اس لیے وہ مرد کو عورت پر چند ایسے اختیارات عطا کرتا ہے جو خانگی زندگی کا نظم برقرار رکھنے، اور اپنے گھر کے اخلاق اور حسن معاشرت کی حفاظت کرنے، اور خود اپنے حقوق کو اتلاف سے بچانے کے لیے اس کو حاصل ہونے ضروری ہیں۔ قانونِ اسلام میں ان اختیارات کو بوضوح بیان کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ وہ حدود بھی متعین کر دی گئی ہیں جن کے اندر یہ اختیارات استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصیحت، تادیب اور تعزیر | اگر عورت اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے، یا اس کے حقوق میں سے کسی حق کو تلف کرے تو ایسی صورت میں مرد پر لازم ہے کہ پہلے اس کو نصیحت کرے، نہ مانے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے برتاؤ میں حسب ضرورت اس کے ساتھ سختی کرے، اور اگر اس پر بھی نہ مانے تو وہ اس کو مار سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی اطاعت کرنے لگے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ (۴: ۶)۔

اور جن عورتوں سے تم نشوز[1] دیکھو ان کو نصیحت کرو، اور بستروں پر ان کو چھوڑ دو اور ان کو مارو۔ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان پر سختی کرنے کا کوئی طریقہ نہ ڈھونڈو۔

اس آیت میں واھجروھن فی المضاجع (یعنی بستروں پر ان کو چھوڑ دو) سے سزا کے طور پر ترک مباشرت کی اجازت دی گئی ہے، مگر آیت ایلاء نے جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ اس کے لیے ایک فطری حد مقرر کر دی ہے۔ ہجر فی المضاجع کی حد چار مہینے کی ہے۔ جو عورت اتنی نافرمان اور شوریدہ سر ہو کہ شوہر ناراض ہو کر اس کے ساتھ سونا چھوڑ دے، اور وہ جانتی ہو کہ چار مہینے تک یہ حالت قائم رہنے کے بعد شوہر از روئے احکام الٰہی اس کو طلاق دیدے گا، اور پھر بھی وہ اپنے نشوز سے باز نہ آئے، وہ اسی قابل ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ چار مہینے کی مدت اس کو ادب سکھانے کے لیے کافی ہے۔ اس سے زیادہ مدت تک یہ سزا دینا غیر ضروری ہوگا، کیونکہ اتنے دن تک اس کا نشوز پر قائم رہنا یہ جانتے ہوئے کہ اس کا نتیجہ طلاق ہے) اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں ادب سیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، یا وہ حسن معاشرت کے ساتھ کم از کم اپنے اِس شوہر سے نباہ نہیں کر سکتی۔ نیز اس سے وہ مقاصد بھی فوت ہونے کا اندیشہ ہے جن کے لیے ایک مرد کو ایک عورت کے ساتھ رشتہ مناکحت میں باندھا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ

---

[1] نشوز کے معنی ارتفاع کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس سے مراد ادائے حق سے اعراض ہے خواہ وہ عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی حالت میں شوہر اپنی خواہشات نفس پوری کرنے کے لیے کسی ناجائز طریقہ کی طرف مائل ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عورت کسی اخلاقی فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ جہاں احد الزوجین اس قدر ضدی اور شوریدہ سر ہو وہاں زوجین میں مودت و رحمت قائم نہ ہو سکے گی۔

امام سفیان ثوری سے واھجروھن فی المضاجع کے معنی میں ایک دوسرا قول منقول ہے وہ کلام عرب سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ ہجر کے معنی باندھنے کے ہیں۔ ھجر البعیر اذا ربطہ صاحبہ بالھجار۔ ہجار اس رسی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی پیٹھ اور ٹانگوں کو ملا کر باندھی جاتی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جب وہ نصیحت نہ قبول کریں تو گھر میں ان کو باندھ ڈال دو۔

دوسری سزا جس کی اجازت زیادہ شدید حالات میں دی گئی ہے، مارنے کی سزا ہے مگر اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب غیر مبرح کی قید لگا دی ہے۔ یعنی ضرب شدید نہ ہونی چاہیے

اضربوھن اذا عصینکم فی المعروف ضربا غیر مبرح۔ — اگر وہ تمہارے کسی جائز حکم کی نافرمانی کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔

ولا یضرب الوجہ ولا یقبح۔ — منہ پر نہ مارے اور گالم گلوچ نہ کرے۔

یہ دو سزائیں دینے کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے، مگر جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، سزا اس نافرمانی پر دی جا سکتی ہے جو "معروف" میں ہو۔ یعنی ایسے احکام میں جو مرد کے جائز حقوق سے متعلق ہوں، نہ یہ کہ ہر جا و بے جا حکم کی اطاعت پر اصرار کیا جائے۔ اور عورت نہ مانے تو اس کو سزا دی جائے۔ پھر قصور اور سزا کے درمیان بھی تناسب ہونا چاہیے۔ اسلامی قانون کے کلیات میں سے ایک کلیہ یہ بھی ہے کہ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ جو کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے۔ زیادتی کی نسبت سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے۔ جس قصور پر نصیحت کافی ہے اس پر ترک کلام۔ اور جس پر ترک کلام کافی ہے اس پر ہجر فی المضاجع، اور جس پر ہجر فی المضاجع کافی ہے اس پر مارنا ظلم میں شمار ہوگا۔ مار ایک آخری سزا ہے جو صرف شدید اور ناقابل برداشت قصور پر دی جاسکتی ہے۔ اور اس میں بھی وہ حد ملحوظ رکھنی ضروری ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے۔ اس سے تجاوز کرنے کی صورت میں مرد ناشز ہوگا، اور عورت کو حق ہو جائے گا کہ اس کے خلاف قانون سے استمداد کرے۔

طلاق | دوسرا اختیار مرد کو یہ دیا گیا ہے کہ جس عورت کے ساتھ وہ نباہ نہ کرسکتا ہو اس کو طلاق دیدے۔ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کرکے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے، اس لیے ان حقوق سے دست بردار ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے۔ عورت کو یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا تھا، کیونکہ اگر وہ طلاق کی مختار ہوتی تو مرد کا حق ضائع کرنے پر دلیر ہو جاتی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا روپیہ صرف کرکے کوئی چیز حاصل کرے گا وہ اس کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کرے گا، اور صرف اس وقت اسے چھوڑے گا جب اس کے لئے چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ لیکن اگر مال صرف کرنے والا ایک ہو، اور ضائع کرنے کا اختیار دوسرے کو مل جائے تو اس دوسرے شخص سے یہ امید کم کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے اس اختیار کے استعمال میں اس شخص کے مفاد کا لحاظ کرے گا جس نے اپنا مال صرف کیا ہے۔ پس مرد کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف اس کے جائز حق کی حفاظت ہے، بلکہ اس میں یہ بھی مصلحت مضمر ہے کہ طلاق کی کثرت نہ ہو۔

اصل دوم | اسلامی قانون ازدواج کی دوسری اصل یہ ہے کہ مناکحت کے تعلق کو امکانی حد تک مستحکم بنایا جائے، اور جو مرد و زن ایک مرتبہ اس رشتہ میں بندھ چکے ہوں ان کو باہم جمع رکھنے کی انتہائی کوشش کی جائے، مگر جب ان کے درمیان محبت اور موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہے

© rasailojaraid.com

اور رشتہ مناکحت میں ان کے بندھے رہنے سے قانون کے اصل مقاصد فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان کو نفرت و کراہیت اور طبائع کی ناموافقت کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ ان کے لیے علیحدگی کا راستہ کھول دیا جائے۔ اس معاملہ میں اسلامی قانون نے فطرت انسانی کی رعایت اور تمدنی مصالح کی حفاظت کے درمیان ایسا صحیح توازن قائم کیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی قانون میں نہیں مل سکتی۔ ایک طرف وہ رشتہ نکاح کو مستحکم بنانا چاہتا ہے مگر نہ اتنا مستحکم جتنا ہندو مذہب اور مسیحیت میں ہے کہ زوجین کے لیے مناکحت کی زندگی خواہ کتنی ہی شدید مصیبت بن جائے بہر حال وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو سکیں۔ دوسری طرف وہ علیحدگی کے راستے کھولتا ہے۔ مگر نہ اتنے آسان جتنے روس، امریکہ اور مغرب کے اکثر ممالک میں ہیں، کہ ازدواجی تعلق میں سرے سے کوئی پائداری ہی باقی نہ رہے، اور رشتۂ ازدواج کی کمزوری سے عائلی زندگی کا سارا نظم درہم برہم ہو جائے

اس اصل کے ماتحت علیحدگی کی جو صورتیں رکھی گئی ہیں وہ تین ہیں:- طلاق، خلع، اور قضائے قاضی

طلاق اور اس کی شرائط اصطلاح شرع میں طلاق سے مراد وہ علیحدگی ہے جس کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے۔ مرد اپنے اس اختیار میں آزاد ہے۔ وہ جب چاہے اپنے ان حقوق زوجیت سے دست بردار ہو سکتا ہے جن کو اس نے مہر کے معاوضہ میں حاصل کیا تھا مگر شریعت اسلامی طلاق کو پسند نہیں کرتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابغض الحلال الی اللہ تعالی الطلاق (اللہ تعالی کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے) اور تزوجوا ولا تطلقوا فان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات (شادیاں کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا)۔ اس لیے مرد کو طلاق کا آزادانہ اختیار دینے کے ساتھ ایسی شرائط کا پابند کر دیا گیا ہے جن کے ماتحت وہ اس اختیار کو محض ایک آخری چارہ کار کے طور پر ہی استعمال کر سکتا ہے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر عورت تم کو ناپسند بھی ہو تو جہاں تک ہو سکے اس کے ساتھ نباہنے کی کوشش کرو

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن ان کے ساتھ سلوک نیت کے ساتھ رہو اگر وہ تم کو ناپسند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا (۴ : ۳)۔

بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دے۔

لیکن اگر نباہ نہ کر سکتے ہو تو تم کو حق ہے کہ اس کو طلاق دے دو، مگر یک لخت چھوڑ دینا درست نہیں ہے ایک ایک مہینہ کے فاصلہ سے ایک ایک طلاق دو۔ تیسرے مہینے کے اختتام تک تم کو سوچنے سمجھنے کا موقع حاصل رہے گا، ممکن ہے کہ اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے، یا عورت کے رویہ میں کوئی خوش آیند تغیر ہو، یا خود تمہارا ہی دل بدل جائے۔ البتہ اگر اس مہلت میں سوچنے اور سمجھنے کے باوجود تمہارا فیصلہ یہی ہو کہ اس عورت کو چھوڑ دینا چاہیے تو پھر تیسرے مہینے کے ختم پر آخری طلاق دے دو جو تم کو عورت سے قطعی طور پر جدا کر دے گی۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (۲ : ۲۹)۔

طلاق دو مرتبہ ہے، پھر یا تو نیکی کے ساتھ روک لیا جائے یا پھر احسان کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ . . . . وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا (۲ : ۲۸)

مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیضوں تک انتظار میں رکھیں . . . . اگر ان کے شوہر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس مدت میں وہ ان کو پھیر لینے کے زیادہ حقدار ہوں گے۔

اس کے ساتھ حکم یہ ہے کہ تین مہینوں کی اس مدت میں عورت کو اپنے گھر سے نہ بھیج دو بلکہ اپنے ساتھ رکھو، ممکن ہے کہ ساتھ رہنے سہنے سے دل ملنے کی کوئی صورت نکل آئے۔

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَتِلْكَ

جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا زمانہ گنتے رہو اور اللہ سے ڈرو اور ان کو گھروں سے نکال نہ دو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کے کہ وہ کسی کھلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (۶۵:۱)

بدکاری کی مرتکب ہوئی ہوں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ تجھ کو کیا خبر کہ اللہ اس کے بعد کوئی (اصلاح کی) صورت پیدا کردے۔ پھر جب وہ مدت مقررہ کے اختتام کو پہنچنے لگیں تو یا ان کو نیکی کے ساتھ روک لو یا انہیں نیکی کے ساتھ جدائی اختیار کرلو (یعنی آخری طلاق دیدو جو بائن ہوگی)۔

پھر حالت حیض میں بھی طلاق دینے سے منع کیا گیا، اور حکم دیا گیا کہ طلاق دینا ہو تو طہر کی حالت میں دو، کیونکہ حیض کی حالت میں مرد اپنی بیوی سے رکا ہوا ہوتا ہے، اگر یہ رکاوٹ نہ رہے تو امید کی جاسکتی ہے کہ جذبات لطیف شاید اس کو بیوی کی طرف راغب کردیں اور طلاق کا ارادہ بدل جائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ سن کر برہم ہوئے اور فرمایا کہ اسے حکم دو کہ رجوع کرے اور جب وہ حیض سے پاک ہوجائے تب طلاق دے۔ ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر کو اس فعل پر توبیخ فرمائی، اور طلاق کے طریقے کی تعلیم اس طرح دی:۔

”اے ابن عمر تو نے غلط طریقہ اختیار کیا۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرے پھر ایک ایک طہر پر ایک ایک طلاق دے، پھر جب وہ (تیسری) مرتبہ طاہر ہو تو اس وقت یا طلاق دے دے یا اس کو روک لے۔“

حضرت ابن عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اَرَأَیْتَ لَوْ كُنْتُ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا اَكَانَ لِیْ اَنْ اُرَاجِعَهَا؟ اگر میں اس کو تین طلاق دے دیتا تو کیا مجھے رجوع کا حق باقی رہتا؟ حضور نے فرمایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہٰ کانت تبین وتکون معصیۃ۔ نہیں وہ جدا ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا گناہ ہے شرع اسلامی کی اہم مصلحتوں کے خلاف ہے، اور اس سے اللہ کی حدود ٹوٹتی ہیں جن کے احترام کا سورۂ طلاق میں سخت تاکیدی حکم دیا گیا ہے حضرت ابن عمر سے منقول ہے کہ جو شخص مجلس واحد میں تین طلاق دینے والا ان کے پاس آتا، وہ اس کو مارتے تھے اور اس کے بعد زوجین کو جدا کر دیتے تھے۔ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا انّہٗ قد عصیٰ ربّہٗ وبانت امرأتہٗ۔ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اور اس کی عورت اس سے جدا ہوگئی حضرت علی فرماتے ہیں۔ لو ان الناس اصابوا حد الطلاق ما ندم احد علی امراۃ۔ اگر لوگ طلاق کی ٹھیک ٹھیک حدود کا لحاظ کرتے تو کسی شخص کو اپنی بیوی کے جدا ہونے پر نادم نہ ہونا پڑتا۔

طلاق میں اتنی رکاوٹیں ڈالنے کے بعد آخری اور سخت رکاوٹ یہ ڈالی گئی کہ جو شخص کسی عورت کو طلاق بائن دے چکا ہو وہ اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا، تاوقتیکہ وہ عورت ایک دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور وہ دوسرا مرد اس سے لطف اندوز ہو چکنے کے بعد برضا و رغبت اسے طلاق نہ دے۔

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (۲: ۲۲۹)۔

پھر اگر وہ اس کو طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ عورت ایک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

یہ ایسی کڑی شرط ہے جس کی وجہ سے ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے سو مرتبہ سوچے گا اور اس وقت تک طلاق نہ دے گا جب تک وہ اس امر کا قطعی فیصلہ نہ کرلے گا کہ اسے اس عورت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ نباہ کرنا نہیں ہے بعض لوگوں نے اس شرط سے بچنے کے لیے یہ حیلہ نکالا ہے کہ جس عورت کو طلاق دینے کے بعد کوئی شخص نادم ہو اور اس سے پھر نکاح کرنا چاہیے تو وہ اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرا دے اور پھر کچھ دے دلا کر اس کو خلوت سے پہلے طلاق دلوا دے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف تصریح فرما دی ہے کہ تحلیل کے لیے نکاح تزویج کافی نہیں بلکہ عورت اس وقت تک پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے لطف صحبت نہ حاصل کرے لا تحل لزوجھا الاول حتّٰی یذوق الاٰخر عسیلتھا وتذوق عسیلتہٗ۔ پھر جو شخص اپنی مطلقہ عورت کو اپنے لیے حلال کرانے کی خاطر کسی سے اس کا نکاح کرائے، اور جو اس غرض سے نکاح کرے، ان دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحل والمحلل لہ (ترمذی) (باقی)

مراٰۃ المثنوی

مرتبہ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے رکن دار الترجمہ

مثنوی مولانا روم کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور ان کی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے نیز انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جن کی مدد سے آپ حسب منشا جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض یہ کہ اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کر دی ہے کہ ایک شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ کاغذ کتابت طباعت بہترین مجلد نہایت اعلیٰ قیمت عہ سکہ انگریزی للعہ سکہ عثمانیہ۔ دفتر ترجمان القرآن سے طلب کیجیے۔

© rasailojaraid.com